مرثیہ

اقدارِ زندگی کا دبستاں ہے کربلا

عنوان........ کربلا

تعدادِ بند... ۶۲

مرثیہ

اقدارِ زندگی کا دبستاں ہے کربلا   تلتی ہے فکر جس میں وہ میزاں ہے کربلا
دیکھو تو ایک جنگ کا میداں ہے کربلا   سمجھو تو دیں کا خونِ رگِ جاں ہے کربلا
راحت کی اک نوید ملی ہر بلا کے ساتھ
پیوست ہو کے رہ گیا حق کربلا کے ساتھ

دینِ خدا کی نشأۃ ثانی کا بندوبست   یوں کربلا میں کر گئے اربابِ حق پرست
حق سر بلند ہو گیا باطل کو کر کے پست   مظلومیت نے ظلم کو دی دائمی شکست
لٹ کر بھی رونقِ چمنِ روزگار ہے
گلزارِ فاطمہؑ کی خزاں بھی بہار ہے

مانا کہ کربلا میں لٹا گھر رسولؐ کا   لیکن شکست و فتح کا آساں ہے فیصلہ
شبیرؑ سے بر آیا مشیت کا مدعا   تاریخ کیا کہے گی اسے فتح کے سوا
قوتِ عمل سے ردِّ عمل کی مزید ہے
"قتلِ حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے"

ہے یہ مآلِ آلِ نبیؐ سے عناد کا   لفظِ یزید ہے مترادف فساد کا
اب تک ہے سرنگوں جو علمِ ارتداد کا   یہ سب اثر ہے ایک حسینی جہاد کا
دشمن قیامِ شر کے لئے بدحواس تھا
سبطِ نبیؐ کو حفظِ شریعت کا پاس تھا

سردارِ خلد خواہشِ دنیا نہ کر سکا   آنچ آئے دین پر یہ گوارا نہ کر سکا
نا اہل سے تعاونِ بے جا نہ کر سکا   سر دے دیا، اصول کا سودا نہ کر سکا
سب جانتے ہیں ظلم کا انجام کیا ہوا
مظلوم زندہ رہ گیا ظالم فنا ہوا

اوچھا یزیدِ شوم کا ہر وار ہو گیا   جو داؤ آزمایا وہ بے کار ہو گیا
اپنے ہی دامِ شر میں گرفتار ہو گیا   آخر خدا کے قہر سے فی النار ہو گیا
باطل نے مات کھائی حسینؑ شہید سے
لعنت لپٹ کے رہ گئی نامِ یزید سے

مفہوم ہے یزید کا اب جبر و اشتداد   اس نام سے سوائے بدی کچھ نہیں مراد
خالص خطا پہ رکھے جو بنیادِ اجتہاد   ایسے پہ اہلِ ہوش کریں خاک اعتماد
لعنت کرے نہ اس پہ زمانہ تو کیا کرے
ناری ہے جو یزید کی مدح و ثنا کرے

خود سوچئے یزید کجا اور کجا حسینؑ   رہزن رہِ حیات کا وہ، رہنما حسینؑ
وہ تیرگیِ شام، سحر کی ضیا حسینؑ   وہ بندۂ خودی، تو خدا آشنا حسینؑ
ہر دور میں یزید کی مٹی خراب ہے
ہر زاویئے سے سبطِ نبیؐ کامیاب ہے

مثلِ رسولؐ فخرِ خلائق حسینؑ ہے   ہر عزّ و احترام کے لائق حسینؑ ہے
نورِ مبین طورِ حقائق حسینؑ ہے   دوشِ نبیؐ کے اوج پہ فائق حسینؑ ہے
رفعت کی انتہا ہے کہ رفعت کو ناز ہے
ایسا نگیں کہ مہرِ نبوت کو ناز ہے

بندہ مگر ازل سے مشیت کا راز داں
ربطِ دوام واجب و ممکن کے درمیاں

تبلیغِ حق کی جاں، متکلم کا ہم زباں
ہر قول دل نشیں تو دل آویز ہر بیاں

مصروف ذکرِ حق میں جو یہ حق پناہ ہو
مشرک کے لب پہ اشھد ان لا الہ ہو

حق کا جواک ثبوت مدلّل ہے وہ حسینؑ
باطل کا ہوش جس سے معطل ہے وہ حسینؑ

ایمان کی جو شرحِ مفصل ہے وہ حسینؑ
اسلام کی جو فتحِ مکمل ہے وہ حسینؑ

بابِ جہاد بند ہے اس باوفا کے بعد
تیغِ خدا نیام میں ہے کربلا کے بعد

جس کیلئے جہاں کی سیادت ہے وہ حسینؑ
جس کی ولا کمالِ سعادت ہے وہ حسینؑ

سرنامۂ کتابِ شہادت ہے وہ حسینؑ
رونا بھی جس کو عینِ عبادت ہے وہ حسینؑ

پیاسے نے فیضِ عام کا دریا بہا دیا
طوفاں جہاں اٹھا وہیں ساحل بنا دیا

ایوانِ ظلم و جور کو مسمار کردیا
راہِ عمل کو خیر سے ہموار کردیا

تاریک رات کو سحر آثار کردیا
انسانیت کو خواب سے بیدار کردیا

خونِ جگر سے دین کا افسانہ لکھ دیا
انساں کے حق میں خلد کا پروانہ لکھ دیا

ذرّے کو آفتابِ درخشاں بنا دیا
کی مور پر نظر تو سلیماں بنا دیا

صد پارہ دل کو پارۂ قرآں بنا دیا
اک شب میں حرؑ کو صاحب عرفاں بنا دیا

اعجاز کے سوا کہیں کیا اُس نگاہ کو
منزل پہ کھینچ لائے جو گم کردہ راہ کو

مشکل کشائے خلقِ خدا، مردِ با خدا
امت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کا ناخدا

ہوتا نہ اس کے جہد کا گر مدّعا خدا
وردِ زبانِ خلق نہ رہتا خدا خدا

اصلِ اصولِ دیں بھی یہ ہے دیں پناہ بھی
شاہد بھی، روحِ اشھد ان لا الہ بھی

سبطِ رسولؐ شارحِ مفہوم لا الہ
سائے میں تیغِ شرک کے توحید کا گواہ

ہر کاروانِ حق کے لئے اک چراغِ راہ
آنکھوں کو نور بخشتی ہے جس کی ہر نگاہ

دل میں ہو جس کے سوزِ تجسس چلا چلے
جس کو تلاشِ حق ہو سوئے کربلا چلے

دنیا ہے اس مسیح کی بیمار آج تک
مصروف ذکر میں ہیں عزادار آج تک

رہتا ہے در پہ مجمعِ زوّار آج تک
آباد ہے لٹی ہوئی سرکار آج تک

مشتاقِ اذن شہ کے عزادار اب بھی ہیں
حاضر درِ حسینؑ پہ انصار اب بھی ہیں

عشقِ حسینؑ دیتا ہے جب دعوتِ سفر
زائر خوشی سے جھیلتے ہیں کلفتِ سفر

جاتے ہیں وہ بھی جن کو نہیں قدرتِ سفر
رحمت ہے زائروں کیلئے زحمتِ سفر

راضی ہیں گر نہ راہ میں راحت نصیب ہو
بس ارضِ کربلا کی زیارت نصیب ہو

زائر کا ہر قدم پہ خدا دستگیر ہے
پیہم نزولِ رحمت ربِ قدیر ہے

رتبہ ہے بے مثال، شرف بے نظیر ہے
دربار شہ میں اپنے وطن کا سفیر ہے

دنیا میں ہیں شریک دعائیں بتولؑ کی
عقبیٰ میں ساتھ ہوگی شفاعت رسولؐ کی

مطلق نہ ہوگا گرمیٔ محشر سے اضطراب　　سایہ کرے گی رحمتِ رب صورتِ سحاب
اللہ رے زائرینِ جگر بندِ بوترابؑ　　انکے سروں سے حشر میں پلٹے گا آفتاب
حقا کہ ہو جو فیض جنابِ امیرؑ کا
بن جائے آفتاب کرہ زمہریر کا

زائر کے یہ شرف، یہ مراتب، خدا کی شان　　ہمسر ملائکہ کی ہے اس باوفا کی شان
یہ اوج، یہ بلندیاں، یہ ارتقا کی شان　　سب اس میں ہے صحابیِ خیرالورا کی شان
جب یہ ہے ایک زائرِ سرورؑ کا مرتبہ
کیا ہوگا کربلا کے بہتر کا مرتبہ

اللہ رے بارگاہِ شہنشاہِ کربلا　　اس سرزمین پر ہے فضیلت کی انتہا
شافی نے اس کی خاک کو دی قوتِ شفا　　مربوط اس سے سجدۂ معبود ہوگیا
یہ خاک پاک فخرِ جبینِ نیاز ہے
کیا سجدہ گاہ ہے کہ عبادت کو ناز ہے

اربابِ حق پرست کی منزل ہے کربلا　　تخلیقِ کائنات کا حاصل ہے کربلا
کعبہ پکارتا ہے مرا دل ہے کربلا　　سجدے کرو سجود کے قابل ہے کربلا
قبلہ خدا کا گھر ہے تو قبلہ نما ہے یہ
وہ سخت سجدہ، سجدہ گہِ اتقیا ہے یہ

رفعت میں آسماں سے فزوں تر ہے یہ زمیں　　پرتو سے نورِ حق کے منور ہے یہ زمیں
ام القریٰ کی طرح مطہر ہے یہ زمیں　　دینِ محمدیؐ کا مقدر ہے یہ زمیں
مردانِ حق شناس کی آرام گاہ ہے
اب تک خدا کے دین کی جائے پناہ ہے

وہ کربلا منیٰ کا جو انجامِ کار ہے　　راہِ یقیں میں اک شجرِ سایہ دار ہے
عالم پہ اس زمیں کا شرفِ آشکار ہے　　کتنے فلک نشینوں کا دارالقرار ہے
سرمہ ہے چشمِ حور کا ہر نقشِ پا کی خاک
آنکھوں سے مل رہے ہیں ملک کربلا کی خاک

جو حُسنِ کن فکاں کا ہے زیور وہ کربلا　　جو ہے کمالِ صنعتِ داور وہ کربلا
رضواں ہے جس کی شان سے ششدر وہ کربلا　　جو کل بلندیوں سے ہے برتر وہ کربلا
خم اس زمیں کے سامنے دارالنعیم ہے
دامن میں فرشِ خاک کے عرشِ عظیم ہے

قائم ہیں اس زمیں پہ بہتر نشانِ حق　　روضہ ہر اک ہے مصحفِ تسلیم کا ورق
دیوار و در سے ملتا ہے ایثار کا سبق　　دارالعلوم بن گیا اک دشتِ لق دق
اک سلسلہ ہے شمعِ حقیقت کے نور کا
سنگم بنا ہوا ہے شعار و شعور کا

اللہ رے شکوہ زہے شانِ کربلا　　روحِ ظفر تھا لشکرِ سلطانِ کربلا
کیا بات کے دھنی تھے جوانانِ کربلا　　جیتا ہے جان ہار کے میدانِ کربلا
سالک رہِ صواب کے یہ عمر بھر رہے
جب تک جیے امامِ زماں کی سپر رہے

مسدود بابِ امن جو شیطاں نے کردیا　　مشکل کو سہل لشکرِ یزداں نے کردیا
نرغہ جو دیں پہ دشمنِ ایماں نے کردیا　　سامانِ زیست بے سروساماں نے کردیا
توڑا ہے زعم کثرتِ افواجِ شام کا
خلعت پہن لیا ہے بقائے دوام کا

ان غازیوں پہ ختم ہوئی نصرتِ خدا　　یہ سب تھے حق پرست، حق آثار، حق نما
محسن انہیں سمجھتے تھے محبوبؐ کبریا　　ان سب کے حق میں ثانیٔ زہراؑ نے کی دعا
حق کے نقیب، خاصۂ حق کے ندیم ہیں
یہ سب شریکِ مقصدِ ذبحِ عظیم ہیں

سب منفرد ہیں طفلی و پیری ہو یا شباب　　بے مثل ہے حسینؑ کا یہ حُسنِ انتخاب
اس بے نظیر آئینہ خانے کا کیا جواب　　کثرت ہے عکس کی کہ بہتّر ہیں آفتاب
تنویر تا بہ حدِ نظر انتہا پہ ہے
سیلاب نور کا افقِ کربلا پہ ہے

پھیلی ہوئی ہے حق کی ضیا دور دور تک　　ہے برق کربلا میں تجلی ہے طور تک
حاصل ہے نوریوں کو رسائی جو نور تک　　اک ضو ہے لاشعور سے بامِ شعور تک
مولا کی خاکِ پا سے مرکّب ضمیر ہے
دل جگمگائے جاتے ہیں روشن ضمیر ہے

ملتا ہے کربلا سے شعورِ وفا کا درس　　ایثار و سرفروشی و صبر و رضا کا درس
تسلیمِ جاں کا درس، دوامی بقا کا درس　　ہر حال میں تحفظ دینِ خدا کا درس
دنیائے آگہی پہ ہے احسانِ کربلا
انسانیت فدائے دبستانِ کربلا

سبطِ رسولؐ کی سبق آموز زندگی　　ہر دور میں ہے ضامن ایمان و آگہی
کچھ غم نہیں، ہزار برا چاہے مدّعی　　روشن رہے گی شمعِ عزا آندھیوں میں بھی
قائم رہے گا نشر کا انداز حشر تک
گونجے گی یا حسینؑ کی آواز حشر تک

حق سرخرو رہے گا بہ عنوانِ کربلا　　باطل شکن ہے ذکرِ شہیدانِ کربلا
عرفانِ کردگار ہے عرفانِ کربلا　　کرتے رہو تلاوتِ قرآنِ کربلا
اسلام کی بقا کا اسی پر مدار ہے
ذکرِ امامؑ مرضیِ پروردگار ہے

مجلس کا فرش مرکزِ ذکرِ امامؑ ہے　　ذکرِ امامؑ مظہرِ حُسنِ کلام ہے
حُسنِ کلام بخششِ ربِّ انام ہے　　ربِّ انام کا یہ قدیمی نظام ہے
پیغامِ حق سے گوشِ بشر آشنا رہے
عالم میں ذکرِ خیر کا اک سلسلہ رہے

گر بار بار دشتِ تواریخ کی ہو سیر　　ہوتی ہے ذکرِ خیر سے تحریکِ کارِ خیر
دانائے راز ہوتے ہیں اپنوں سے مل کے غیر　　مٹتا ہے مثلِ حرفِ غلط لوحِ دل سے بیر
جو کم نہیں جہاد سے وہ جہد چاہیے
ہر سانس میں وفا کا نیا عہد چاہیے

صد مرحبا جو آتے ہیں مجلس میں بار بار　　آنکھوں سے نذر کرتے ہیں دُرہائے آبدار
زہراؑ کو کوئی پوچھے کہ ان کا ہے کیا وقار　　ان سب کا ناصرانِ حسینی میں ہے شمار
رکھتے ہیں یہ دلوں میں غمِ آلِ فاطمہؑ
ضامن ہے ان کی قدر کا رومالِ فاطمہؑ

شاعر جو آ کے پڑھتے ہیں مجلس میں مرثیہ　　پہنچا رہے ہیں خلق کو پیغامِ کربلا
تبلیغ کر رہے ہیں خطیبانِ باصفا　　ہر ماتمی جلوس ہے لشکر حسینؑ کا
عباسؑ نامدار کا پرچم لئے ہوئے
بڑھتا ہے شمعِ حق کو فروزاں کئے ہوئے

ذکرِ حسینؑ سرخیِ ذکرِ اللہ ہے — رحمت کی ذاکروں پہ خصوصی نگاہ ہے
یہ بھی عطائے منعمِ عالم پناہ ہے — حاصل جبینِ فکر کو یہ بارگاہ ہے
ہم گامزن ہیں مدح سرائی کی راہ میں
روح الامیں کا پر ہے ہماری کلاہ میں

ذکرِ حسینؑ کرتا ہے انسان کو غنی — سینے میں پھیل جاتی ہے چھن چھن کے روشنی
اہلِ عزا بھی کیسے ارادے کے ہیں دھنی — ماتم سے آشکار ہے اک عزمِ آہنی
اس دورِ گمرہی میں جو چرچا خدا کا ہے
یہ سارا فیض تذکرۂ کربلا کا ہے

وابستہ ذاکری سے ہے اسلام کا وقار — لیکن خلوصِ قلب پہ ہو اس کا انحصار
کسبِ معاش کا نہ یہ بن جائے کاروبار — بے لوث ذکرِ آلِ نبیؐ چاہئے شعار
نام و نمود سے نہ سیاست سے کام لو
مجلس میں صرف نذرِ عقیدت سے کام لو

حُسنِ نظر میں نقصِ بصارت نہ ہو کہیں — باطل زبان و دل کی طہارت نہ ہو کہیں
مجلس بھی اک سبیلِ امارت نہ ہو کہیں — ذکرِ حسینؑ جنسِ تجارت نہ ہو کہیں
حائل عزا میں اجرتِ تقریر ہو نہ جائے
تسخیر ماہِ مجلسِ شبیرؑ ہو نہ جائے

رسمِ عزا پہ نرغۂ اعدا ہے چار سو — ایسے میں سیم و زر کی ہے بے سود آرزو
پردے میں ذاکری کے سیاست کی گفتگو — غیروں کا ذکر بنتِ پیمبرؐ کے روبرو
ذکرِ حسینؑ چاہئے اس اعتماد سے
شرمندہ ہوں نہ حشر میں زین العبادؑ سے

ذاکر کی ہے یہ شان کہ وقفِ عزا رہے — منبر پہ مدحِ غیر سے نا آشنا رہے
دل کی زباں سے ذاکرِ آلِ عباؑ رہے — بنتِ نبیؐ کی بن کے مجسم دعا رہے
اجرت کی ہو طلب نہ تمنا ہو داد کی
پروا ہو صرف آلِ محمدؐ کے صاد کی

فیضانِ بابِ علم سے کس شے کی ہے کمی — موزوں ہے طبع، ذہن رسا، فکر ہے قوی
بخشا گیا ہے علم بھی دل بھی دماغ بھی — پھر کس لئے ہو قوتِ بازو سے ذاکری
یہ بزمِ نور بزمِ ثنائے امامؑ ہے
مجلس کو رزم گاہ سمجھنا حرام ہے

محتاجِ آبِ زر کی نہیں ذکرِ حق کی کشت — پابند غیر ہو نہیں سکتا وفا سرشت
دوزخ کا حکم رکھتا ہے یہ خطِ سرنوشت — ”رفتن بہ پائے مردی ہمسایہ در بہشت“
دریا جو آپ سے نہ رواں ہو وہ خشک ہے
عطّار کے بغیر جو مہکے وہ مشک ہے

یوں ذکر ہو کہ ذکر کا عنواں نظر میں ہو — عترت کی مدح لب پہ ہو قرآں نظر میں ہو
دنیا کا لطف اور نہ احساں نظر میں ہو — دل میں خلوص، مرضیِ یزداں نظر میں ہو
زورِ بیاں کا صرف یہ انعام چاہئے
حفظِ حسینیت کا سرانجام چاہئے

یوں ہو یہ ذکرِ غم کہ دلوں پر اثر کرے — نکلے جو لفظ لب سے وہ سینوں میں گھر کرے
اِس درد سے بیانِ شہِ بحر و بر کرے — رومالِ سیدہؑ کو بھری بزم تر کرے
ہر دل ہو سوگوار شہِ مشرقین کا
ہر آنکھ دے بتولؑ کو پرسا حسینؑ کا

فصلِ عزا ہے چار طرف غم کا جوش ہے — مجلس کا ہے یہ رعب کہ دشمن خموش ہے
آہ و بکا کا شور نوائے سروش ہے — آوازِ یا حسینؑ کی فردوسِ گوش ہے
یہ بابِ ذکرِ خیر رہے باز دوستو
اب کم نہ ہو یہ گونجتی آواز دوستو

مشک و علم کا، ضیغمِ حیدرؑ کا ذکر ہو — نوکِ سناں کا، سینۂ اکبرؑ کا ذکر ہو
تیرِ ستم کا، گردنِ اصغرؑ کا ذکر ہو — تیغِ جفا کا، سجدۂ سرور کا ذکر ہو
بے وارثوں کے غم کا فسانہ نہ رک سکے
جب تک زباں میں دم ہے یہ چرچا نہ رک سکے

جورِ رسن کا، مقنع و چادر کا ذکر ہو — سبطِ نبیؐ کے جلتے ہوئے گھر کا ذکر ہو
زنجیرِ پائے عابدِؑ مضطر کا ذکر ہو — اہلِ حرم کے بگڑے مقدر کا ذکر ہو
جن کے دلوں کی آگ کبھی کم نہ ہو سکی
سب اہلِ بزم روئیں کہ زینبؑ نہ رو سکی

کتنے چمن اجڑ گئے، زینبؑ نہ رو سکی — پالے ہوئے بچھڑ گئے، زینبؑ نہ رو سکی
بھالے جگر میں گڑ گئے، زینبؑ نہ رو سکی — سینے میں زخم پڑ گئے، زینبؑ نہ رو سکی
ہر سو جو آج وائے حسینا کا شور ہے
یہ سب اُنھیں رکے ہوئے اشکوں کا زور ہے

وہ اشک جو فسانۂ حسرت نہ کہہ سکے — نوکِ مژہ تک آ گئے لیکن نہ بہہ سکے
پتھر بھی جس محل پہ نہ خاموش رہ سکے — اہلِ حرم کا دل تھا کہ وہ درد سہہ سکے
ہر لحظہ مرگِ تازہ تھی اور یہ خموش تھے
ہر سانس اک جنازہ تھی اور یہ خموش تھے

بچے بلک کے روتے تھے خوف و ہراس سے — چونک اٹھتے تھے جو کوئی گذرتا تھا پاس سے
سہمے ہوئے تھے دشت میں دو دن کی پیاس سے — مڑ مڑ کے دیکھتے تھے ہر اک سمت یاس سے
موجِ ہوا پیامِ مصائب سناتی تھی
کوڑوں کی سائیں سائیں کی آواز آتی تھی

اک دشتِ ہولناک تھا حدِّ نگاہ تک — ملتی نہ تھی غریبوں کو جائے پناہ تک
اس پر یہ جبر تھا کہ نہ تھا اذنِ آہ تک — ممنوع تھی وفورِ الم میں کراہ تک
ماؤں سے اُن کے لال چھٹے اور وہ چپ رہیں
درّے پڑے، خیام لٹے، اور وہ چپ رہیں

اس گریۂ خموش کی تاثیر الاماں — موضوعِ گفتگو ہے وہ ناگفتہ داستاں
پہنچی ہیں کربلا کی صدائیں کہاں کہاں — سبطِ نبیؐ کا نام ہے اب وردِ ہر زباں
کچھ اور اس سبب سے بپا شور و شین ہے
زہراؑ شریکِ بزمِ عزائے حسینؑ ہے

اے سیدہؑ، حسینؑ کا پرسا قبول ہو — اے بحرِ صبر، اشکوں کا دریا قبول ہو
اہلِ عزا سے درد کا تحفہ قبول ہو — بنتِ نبیؐ، غلاموں کا ہدیہ قبول ہو
بی بی ہمارا دم ہے اسی غم کے واسطے
جیتے ہیں ہم حسینؑ کے ماتم کے واسطے

اب تک وہ قتل گاہ کا نقشہ نظر میں ہے — بیکس کے گرد کثرتِ اعدا نظر میں ہے
لٹتی ہوئی غریب کی دنیا نظر میں ہے — وہ میہماں، وہ پیاس، وہ دریا نظر میں ہے
کچھ بھی سوائے تشنہ دہانی نہ مل سکا
بی بی ترے حسینؑ کو پانی نہ مل سکا

بی بی یہ کوہِ رنج و محن وامصیبتا
مارا گیا وہ تشنہ دہن وامصیبتا
پردیس میں ملا نہ کفن وا مصیبتا
نیزے پہ سر تھا خاک پہ تن وامصیبتا
آغوش کا پلا ہوا مٹی پہ سو گیا
لاشہ بھی تیرے لال کا پامال ہوگیا

بی بی ہمارے اشکِ عزا کو قبول کر
اہلِ ولا کی نذرِ ولا کو قبول کر
ٹوٹے ہوئے دلوں کی صدا کو قبول کر
اس پر خلوص عہدِ وفا کو قبول کر
جاری رکھیں گے ذکرِ شہ مشرقین کو
ہم تا بہ حشر روئیں گے تیرے حسینؑ کو

کرّار بس کہ اب نہ رہی طاقتِ رقم
خالق سے کر یہ عرض کہ جب تک ہے دم میں دم
ہونے نہ پائے مرثیہ خوانی کا جوش کم
غیر از غمِ حسینؑ نہ ہو دل میں کوئی غم
قائم فضائے دہر میں رسمِ عزا رہے
ہر دم زباں پہ تذکرۂ کربلا رہے

☆----☆----☆----☆----☆

سلام

(مشہور قصیدۂ غالبؔ کی زمین میں)

بند آنکھیں ہوتے ہی ہم پر کھلا
بندشیں ٹوٹیں قفس کا در کھلا

فقر میں جب پایۂ بوذر کھلا
ماجرائے ظرفِ اہلِ زر کھلا

شق ہوئی دیوارِ کعبہ در کھلا
طور کے جلوے کا پس منظر کھلا

لے گئے مجھ کو ملک سوئے نجف
بختِ خفتہ قبر میں سو کر کھلا

فرق شکلِ احمدؐ و حیدرؑ میں تھا
یہ شبِ ہجرت سرِ بستر کھلا

گر تولاّ ہو نہ جزوِ زندگی
زندگی دھوکا ہے سر تا سر کھلا

کیوں نہ تھا پہلے کسی پہلو قرار
راز یہ ہم پر نجف جا کر کھلا

لے لیا تھا ہم نے بس نامِ علیؑ
عقدہ ہم کو کیا خبر کیونکر کھلا

ایک سجدے میں تھا مضمر رازِ کن
کربلا میں جو تہہِ خنجر کھلا

میرے آنسو اور رومالِ بتولؑ
اب مآلِ سیلِ چشمِ تر کھلا

اب بھی روشن ہیں بہتّر آیتیں
کربلا ہے مصحفِ داور کھلا

رہ گئے حیراں کراماً کاتبیں
میری خاطر جب ارم کا در کھلا

بابِ مدحت اور کھلے کرّار سے
آپ کہتے ہیں کھلا بہتر کھلا